باب دوم

ایمانیات و عبادات

ملائکہ پر ایمان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- فرشتوں کے تصوّر اور اُن کی تخلیق کے مقصد سے آگاہ ہو سکیں۔
- فرشتوں کی صفات سے آگاہ ہو سکیں۔
- فرشتوں کی ذمہ داریوں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- حدیثِ جبریل کے تناظر میں تعلیم و تعلّم کے آداب کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- اس پر ایمان پختہ کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے احکام کی انجام وہی کے لیے فرشتوں سمیت کسی بھی مخلوق کی محتاج نہیں ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق فرشتوں پر ایمان پختہ کرتے ہوئے اپنی عملی زندگی میں ان کے ادب و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھ سکیں اور اُن کے متعلق بات کرتے ہوئے تعظیمی رویّہ اختیار کر سکیں۔
- حدیث جبریل سے سبق حاصل کرتے ہوئے تعلیم و تعلّم کے آداب کا عملی مظاہرہ کر سکیں۔

ایمانِ مفصل

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

ترجمہ: میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور اچھی اور بری تقدیر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر

ملائکہ عربی زبان کا لفظ ہے جو "ملک" کی جمع ہے۔ ملک کے لغوی معنی مالک ہونے کے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی گئی ایک نورانی مخلوق ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔ فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی صحیح تعداد کوئی نہیں جانتا۔ ایمانِ مفصل میں ہم جن عقائد پر ایمان لانے کی گواہی دیتے ہیں، ان میں ایمان بالملائکہ یا فرشتوں پر ایمان بھی شامل ہے۔

حدیثِ مبارک میں آتا ہے کہ سفرِ معراج کے دوران میں نبی کریم ﷺ جب آسمان پر "بیت المعمور" پر پہنچے، جو فرشتوں کا قبلہ ہے، تو دیکھا کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جو اس میں ایک بار (نماز پڑھ کر) چلا جاتا ہے دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتا، یعنی پھر کبھی اس کی واپسی کی نوبت نہیں آتی۔" (صحیح بخاری: 3207)

فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانا اسلام میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ فرشتوں پر ایمان لائے بغیر کوئی بھی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ (البقرۃ: 285)

ترجمہ: رسول (خاتم النبیین ﷺ) اُس (کلام) پر ایمان لائے جو اُن کی طرف نازل فرمایا گیا ہے اُن کے ربّ کی طرف سے اور سب مومنین بھی سب کے سب ایمان لائے اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر

فرشتوں پر ایمان لانا چار اُمور پر مشتمل ہے

- فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا۔
- جن فرشتوں کے نام ہمیں معلوم ہیں ان پر مفصل ایمان اور جن فرشتوں کے نام معلوم نہیں ان سب پر اجمالاً ایمان لانا۔
- فرشتوں کی جن صفات کا ہمیں علم ہے ان پر ایمان لانا۔
- فرشتوں کے ان اعمال پر ایمان لانا جو ہمیں معلوم ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انجام دیتے ہیں، مثلاً اللہ عزوجل کی تسبیح کرنا اور دن رات مسلسل بغیر تھکاوٹ اور اکتاہٹ کے اس کی عبادت کرنا وغیرہ۔

فرشتوں کی تخلیق

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو شعلہ زن آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو اس شے سے پیدا کیا گیا ہے، جس کی صفت اللہ تعالیٰ نے تمھیں بیان فرمائی ہے (یعنی خاک سے)۔ (صحیح مسلم: 7495)

فرشتوں کی صفات

فرشتے اللہ تعالیٰ کی نُوری مخلوق ہیں۔ وہ نہ خدائی میں اُس کے شریک ہیں اور نہ ہی وہ اپنی مرضی سے کوئی کام کر سکتے ہیں۔ وہ صرف وہی خدمت ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اُن کے سپرد کرتا ہے۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ وہ فرائض اور ذمّے داریوں کے ادا کرنے میں نہ سستی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ نہ مذکر ہیں اور نہ مؤنث۔ قرآن مجید نے فرشتوں کی خصوصیت کو یوں بیان کیا ہے:

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ

"وہ نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا وہ اُنھیں حکم دیتا ہے اور وہی کرتے ہیں جس کا اُنھیں حکم دیا جاتا ہے"۔ (سورۃ التحریم، آیت: 6)

فرشتوں کے افعال

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی فطرت میں مکمل اطاعت کا پہلو رکھا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کائنات کے مختلف کام سرانجام دیتے ہیں ۔ وہ اپنی مرضی سے کوئی بھی کام سرانجام نہیں دیتے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (النحل: 50)

ترجمہ: وہ اپنے ربّ (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں جو اُن پر بالادست ہے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا اُنھیں حکم دیا جاتا ہے۔

فرشتوں کے ذمے کئی کام ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

- وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر انسانوں اور دوسری مخلوق کے پاس جاتے ہیں۔
- وہ خوشخبری لے کر آتے ہیں اور عذاب بھی۔
- کچھ فرشتے "انسان کی حفاظت" کے لیے ساتھ رہتے ہیں۔

- کچھ فرشتے ذکر اور علم کی محفلوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔
- کچھ فرشتے نیک لوگوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔
- کچھ فرشتے جنت اور دوزخ کے انتظام پر مقرر ہیں۔
- کچھ فرشتے عرش کے آس پاس اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر کھڑے رہتے ہیں۔
- کچھ فرشتے ہر وقت عبادت اور تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔
- ستر ہزار فرشتے روضۂ رسول ﷺ پر صبح و شام حاضر ہو کر درود شریف کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا: میں نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل وصورت میں دیکھا۔ ان کے چھ سو پر تھے اور انھوں نے افق کو بھر رکھا تھا۔ یعنی پوری فضا پر چھائے ہوئے تھے (صحیح مسلم: 433)۔ کبھی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی شکل وصورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق معروف ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا تو وہ ان کے پاس ایک عام انسان کی شکل میں آئے تھے۔

مشہور فرشتے اور ان کی ذمہ داریاں

قرآن وحدیث میں جن فرشتوں کا تذکرہ ملتا ہے، ان کے نام اور ذمہ داریاں مختصراً یہ ہیں:

حضرت جبریل علیہ السلام

یہ تمام فرشتوں کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچانے کے کام پر مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ساتھ انھیں اپنے نبیوں اور رسولوں کے پاس بھیجا ہے۔

حضرت میکائیل علیہ السلام

ان کے ذمے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش برسانے اور مخلوق کو روزی پہنچانے کا کام ہے۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام

آپ علیہ السلام موت کے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کی روح قبض کرنے پر مامور ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام

آپ علیہ السلام قیامت سے پہلے مخلوق کو دوبارہ زندہ کیے جانے کے وقت صور پھونکنے پر مامور ہیں۔

کراماً کاتبین

ہر شخص کے اعمال کی حفاظت اور انھیں لکھنے کے لیے دو فرشتے مقرر ہیں جن میں سے ایک انسان کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب رہتا ہے۔

منکر نکیر

جب انسان کو موت کے بعد قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس سے اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کریم ﷺ کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

رضوان

یہ جنت کے داروغہ کے طور پر مامور ہیں۔

مالک

یہ جہنم کے داروغہ کے طور پر مامور ہیں۔

ایمان بالملائکہ کے فوائد:

بندہ مومن کی زندگی میں فرشتوں پر ایمان لانے کے بڑے فوائد مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- فرشتوں پر ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی عظمت میں اضافہ ہوتا ہے اور اُس کا ایمان اس بات پر پختہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ کوئی بھی انسان جب یہ ایمان رکھتا ہے کہ فرشتے اس کے سارے اعمال کو لکھتے ہیں تو یہ بات اس آدمی کے اندر اللہ تعالیٰ کے ڈر کا سبب بنتی ہے۔ چناں چہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔
- بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں صبر سے کام لیتا ہے اور اسے سکون و اطمینان کا احساس ہوتا ہے۔ جب وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اس بڑی کائنات میں اس کے ساتھ بے شمار فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری احسن طریقے سے انجام دیتے ہیں۔
- انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی عنایت کی بدولت اس کا شکر بجالانے کا درس ملتا ہے۔

حدیثِ جبریل علیہ السلام

حدیث جبریل علیہ السلام ایک مشہور حدیث ہے جس کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ بخاری اور مسلم جیسی مستند کتبِ احادیث میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے۔ وہ ایک ایسے شخص کی شکل میں آئے تھے جس کے کپڑے انتہائی سفید اور سر کے بال غیر معمولی طور پر سیاہ تھے اور اُس پر سفر کے آثار بھی نہیں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی پہچانتا نہیں تھا۔ وہ اپنے گھٹنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا کر بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اِسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ گواہی دو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان میں روزے رکھو اور اللہ کے گھر کا حج کرو جب بھی تمھیں اُس کی استطاعت میسر ہو۔

پھر دوبارہ پوچھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ، اُس کے فرشتوں پر ایمان لاؤ، اُس کی کتب پر ایمان لاؤ، اور اُس نے جو رسول بھیجے اُن پر ایمان لاؤ، یوم آخرت پر ایمان لاؤ، اور خیر و شر پر، قضاو قدر یعنی تقدیر پر ایمان لاؤ جو اللہ کی طرف سے تقدیر برحق ہے اُس پر ایمان لاؤ۔

انھوں نے پھر سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے احسان کے بارے میں بتلایئے کہ احسان کیا ہے؟ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، جب تم اُسے نہیں دیکھ سکتے تو یہ یقین پختہ کرلو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ ان کے جانے کے بعد پھر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

ترجمہ: "یہ جبرائیل تھے جو تمھیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔" (صحیح مسلم: 9،10)

اس حدیثِ مبارکہ میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک معاشرے کو قائم رہنے کے لیے کن بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے۔ انسان کو اچھے کردار اور اچھے اخلاق کا مالک ہونا چاہیے۔ اُس کی عقل و فکر پختہ و مثبت ہونی چاہیے۔ اُسے معاشرے میں سکون اور اطمینان میسر ہونا چاہیے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ انسان کو اسلام کے بنیادی عقائد پر مکمل عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ گویا کہ اسلام کا تعلق انسان کے جسم سے، ایمان کا تعلق انسان کی عقل سے اور احسان کا تعلق انسان کی رُوح سے ہے۔ یعنی وجود کی اِصلاح پہلے اور پھر عقل کی اور تیسرے مرحلے میں اپنی رُوح کو بیدار کرنا آتا ہے تاکہ آدمی ایک مکمل انسان بن سکے جو معاشرے میں اپنا مثبت اور تخلیقی کردار ادا کرسکے۔

تعلیم و تعلّم کے آداب:

حدیثِ جبریل علیہ السلام کی روشنی میں تعلیم و تعلّم کے درج ذیل آداب واضح ہوتے ہیں:۔

- جس طرح نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت کے لیے علم کی مجالس منعقد فرماتے تھے بالکل اسی طرح علماء اور اساتذہ کرام کو بھی چاہیے کہ تعلیم و تربیت کی باقاعدہ محافل کا انعقاد کریں۔
- علم کی محفل میں پاکی و پاکیزگی کے ساتھ صاف ستھرا لباس پہننا چاہیے۔
- طالب علم کو چاہیے کہ وہ استاد کے سامنے ادب اور وقار کے ساتھ بیٹھے تاکہ تعلیمات کا اثر زیادہ ہو۔
- تعلیم کی محفل میں سوال و جواب کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے کیونکہ سوال کو علم کی کنجی کہا جاتا ہے۔
- حصولِ علم کے لیے ایسے علماء و فقہاء کے پاس جانا چاہیے جو اپنے علم و فن کے ماہر ہوں۔
- تعلیم و تعلّم کا اصل فائدہ یہ ہے کہ علم حاصل کر کے اس پر عمل بھی کیا جائے۔

مشق

سوال نمبر ا۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

ا۔ اللہ تعالٰی نے فرشتوں کو پیدا کیا:

الف۔ آگ سے　　ب۔ نور سے　　ج۔ مٹی سے　　د۔ ہوا سے

۲۔ فرشتے پابند ہیں:

الف۔ اپنی مرضی کے　　ب۔ اللہ تعالٰی کے حکم کے　　ج۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے حکم کے　　د۔ اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم کے حکم کے

۳۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے پر ہیں:

الف۔ تین سو　　ب۔ چار سو　　ج۔ پانچ سو　　د۔ چھے سو

۴۔ فرشتوں بالخصوص کراماً کاتبین پر پختہ ایمان رکھنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان:

الف۔ ہر وقت برے اعمال سے خوفزدہ رہتا ہے ب۔ دن کی روشنی میں گناہ کرنے سے بچ جاتا ہے

ج۔ ساری رات جاگ کر عبادت کرتا ہے د۔ دوسروں کو بُرے کاموں سے روکتا ہے

۵۔ قیامت سے پہلے مخلوق کو دوبارہ زندہ کیے جانے کے وقت صور پھونکنے پر مامور ہیں:

الف۔ حضرت جبریل علیہ السلام ب۔ حضرت میکائیل علیہ السلام ج۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام د۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام

۶۔ حدیث جبریل علیہ السلام کا سب سے اہم موضوع ہے:

الف۔ ارکانِ اسلام اور ایمان ب۔ صفائی اور پاکیزگی ج۔ احسان کا بدلہ احسان د۔ تعلیم کی اہمیت

۷۔ تعلیم و تعلّم کے سلسلے میں حدیث جبریل علیہ السلام سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

الف۔ علماء و اساتذہ کی محفل میں باادب حاضری دینی چاہیے۔ ب۔ اپنے بڑوں سے زیادہ سوالات نہیں پوچھنے چاہییں۔

ج۔ گزشتہ اسباق کا گھر میں اعادہ کرنا چاہیے۔ د۔ علماء و اساتذہ کو اپنے گھر بلا کر تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ ایمانِ مفصل میں ہم کن عقائد کی گواہی دیتے ہیں؟

۲۔ لفظ ملائکہ کے معنی و مفہوم بیان کریں۔

۳۔ فرشتوں کی تعداد کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۴۔ منکر نکیر کا کیا کام ہے؟

۵۔ فرشتوں پر ایمان لانے سے زندگی پر کون سے چار فوائد مرتب ہوتے ہیں؟

۶۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی صورت کے متعلق حدیثِ مبارکہ تحریر کریں۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ فرشتوں پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟ نیز فرشتوں کی تعظیم کیوں ضروری ہے؟

۲۔ فرشتوں کی تخلیق، صفات اور ذمہ داریوں پر نوٹ لکھیں۔

۳۔ حدیثِ جبریل علیہ السلام سے کیا مراد ہے؟ نیز حدیثِ جبرئیل علیہ السلام سے تعلیم و تربیت کے حوالے سے کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟ وضاحت کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ چند آیاتِ قرآنی کی فہرست (سورۃ کا نام اور آیت نمبر) بنائیں جن میں فرشتوں کا ذکر ہو۔
- قرآن و سنت میں مذکور چند فرشتوں کے نام اور ان کی ذمہ داریوں پر مشتمل فہرست بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے احکام کی انجام دہی کے لیے فرشتوں سمیت کسی بھی مخلوق کی محتاج نہیں ہے۔
- طلبہ کو اس بات کا درس دیا جائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں، ان پر ایمان لانا بہت ضروری ہے۔
- طلبہ کو سمجھایا جائے کہ کس طرح حدیث جبریل علیہ السلام سے سبق حاصل کرتے ہوئے تعلیم و تعلّم کے آداب سیکھے جا سکتے ہیں اور ان آداب کا عملی مظاہرہ کروانے کے لیے اسکول/کلاس میں مشق کروائی جائے۔

کتبِ سماویہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم	صلاحیت
• انسانوں کی ہدایت کے لیے آسمانی کتب کے نازل ہونے کی اہمیت اور ان کا مقصد جان سکیں۔ • صاحب کتب اور صاحب صحفِ انبیائے کرام علیہم السلام کا تعارف جان سکیں۔ • آسمانی کتب کی مختصر تاریخ جان سکیں۔ • آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات جان سکیں۔ • مشرکین اور اہل کتاب میں فرق جان کر اہل کتاب کے بارے میں مختصر احکام سے آگاہ ہو سکیں۔	• آسمانی کتب پر ایمان پختہ کرتے ہوئے ان کے ادب واحترام کو ملحوظِ خاطر رکھ سکیں۔ • آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات کو جان کر اعمال خیر میں عالمی اشتراک اور تعاون کی روح پیدا کر سکیں۔ • اہل کتاب کے بارے میں شرعی ہدایات کو ملحوظ رکھ سکیں۔ • قرآن مجید کو آخری وابدی اور ہر قسم کی تحریف سے پاک آسمانی کتاب مانتے ہوئے اس پر عمل کرنے والے بن سکیں۔

ضرورت واہمیت

انسان کے دنیا میں وجود میں آنے کے ساتھ ہی اس کی بنیادی روحانی وجسمانی ضروریات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے الہامی تعلیمات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ تعلیمات انسان کی ذہنی استطاعت اور سمجھ بوجھ کے مطابق تھیں۔ جیسے جیسے انسان کی ذہنی نشوونما کی ترقی ہوئی ویسے ہی اس کی فکری صلاحیتیں بھی پروان چڑھتی رہیں اور اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی انسانوں کے لیے تعلیمات کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے شناسائی اور حقیقت تک رسائی کے لیے برگزیدہ ہستیاں دنیا میں جلوہ افروز ہوتی رہی ہیں۔ جن کے ذریعے انسان کی رہنمائی کے لیے الہامی تعلیمات انسان تک پہنچتی رہی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے وقتاً فوقتاً صحائف وکتب میں مذکور تعلیمات نازل فرمائیں جو انسانی فکر کو نکھارنے میں مرکزی اہمیت رکھتی ہیں۔

آسمانی کتب کی تاریخ

> **صحیفہ کے معنی**
>
> قرآن مجید، حدیث نبوی ﷺ اور عربی ادب میں یہ لفظ کئی اور معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے، مثلاً نامہ اعمال، خط یا مکتوب، حکم نامہ یا فرمان۔

اللہ تعالیٰ کی انسان کی طرف بھیجی جانے والی تعلیمات کا آغاز صحائف سے ہوتا ہے۔ صحیفہ وہ چیز ہے جس پر لکھا جاسکے۔ اسی مناسبت سے ورق کی ایک جانب کو بھی صفحہ کہتے ہیں۔ صحف سماویہ کی تاریخ کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفوں کے نزول کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان کی تعلیمات زیادہ تر زبانی تھیں۔ بنی اسرائیل میں یہ تعلیمات زیادہ روشن رہیں کیوں کہ ان کی طرف برابر انبیاء کرام علیہم السلام آتے رہے۔ بعد میں جب تورات مرتب ہوئی تو اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ اور ان کی تعلیمات بھی جمع کر دی گئیں۔

ان صحائف اور کتب کے متعلق حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے جس میں تمام صحائف کا ذکر ملتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ترجمہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک سو چار کتابیں اللہ نے نازل کی ہیں، پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے، تیس صحیفے اخنوخ، یعنی حضرت ادریس علیہ السلام پر اترے، دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اتارے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کے نزول سے قبل دس صحیفے اتارے گئے اور چار کتابیں تورات، زبور، انجیل اور فرقان (قرآن مجید) نازل ہو گئیں۔'' (**صحیح ابن حبان: 361**)

گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے صحائف معدوم ہو چکے ہیں اگر کسی صحیفے کی تفصیلات موجود بھی ہیں تو وہ صرف صحفِ ابراہیمی ہے۔ صحفِ ابراہیمی سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امت کو سنائے، پھر شام میں ان کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام نے اور عرب میں ان کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو سنائے، پھر یہ صحائف حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد میں مسلسل ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتے رہے۔ صحف ابراہیمی میں توحید اور عبرت کی باتیں تھیں۔

> اسفارِ خمسہ کا معنی ہے: پانچ صحیفے اس سے مراد وہ پانچ کتب ہیں جن پر تورات مشتمل ہے

آسمانی کتابوں پر ایمان

آسمانی کتابوں پر ایمان، بنیادی عقائد اور ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک درست نہ ہو گا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسولوں پر نازل کی جانے والی کتابوں پر ایمان نہ لے آئے۔ کتابوں پر ایمان لانے میں درج ذیل چند امور شامل ہیں:

- اس بات کی تصدیق اور اقرار کرنا کہ یہ تمام کتب اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح حق اور روشن ہدایت کے ساتھ اپنے رسولوں پر نازل کی گئی ہیں۔
- یہ اللہ ہی کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے چاہا اور جس طرح ارادہ کیا ان کے ذریعے حقیقتاً کلام کیا۔
- یہ برحق اور سچی کتابیں ہیں اور اِن میں اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور روشنی ہے جن کی طرف یہ نازل کی گئی ہیں۔

> **فضیلتِ قرآن مجید**
> قرآن مجید کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
> وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (المائدہ: 48)
> ترجمہ: اور (اے رسول ﷺ) ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کے مضامین کی محافظ و نگران ہے۔

آسمانی کتابیں اور صاحبِ کتب انبیاء علیہم السلام

تورات

سب سے پہلی باقاعدہ آسمانی کتاب تورات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس بارے میں یہود کا نظریہ ہے کہ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو قسم کے قوانین سے نوازا۔ ایک وہ وحی تھی جو پتھر پر لکھ کر عطا ہوئی، جسے وحی مکتوبی کہتے ہیں۔ بعد میں ان تختیوں کو حرف بحرف تورات میں نقل کر دیا گیا۔ دوسری وحی وہ تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الہام کی گئی جسے وحی لسانی کا نام دیا گیا۔ یہ قوانین، مکتوبی قوانین کی خصوصی وضاحت کے لیے تھے۔ تورات کو پانچ کتب کا مجموعہ کہا جاتا ہے، اس کے لیے ''اسفار خمسہ'' کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔ تورات الہامی کتب میں تاریخی اعتبار سے نازل ہونے والی اول کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ جس وقت تورات نازل کی گئی اس وقت مصر میں جادو اور سحر کے علم کا بہت چرچا تھا۔ اس لیے تورات کے نزول کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات سے نوازا گیا۔ یوں انسانی فکر کا یہ لحہ

معجزات کا متقاضی رہا اسی نسبت سے اس عہد میں معجزات موسیٰ علیہ السلام کثیر تعداد میں ملتے ہیں جنھیں تورات میں محفوظ کیا گیا اور بنی اسرائیل کے لیے راہ ہدایت بنایا گیا۔

زبور

زبور کے لغوی معنی "کتاب" کے ہیں، لیکن عرف میں زبور کا لفظ اس آسمانی کتاب کے لیے مخصوص ہو چکا ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ زبور دراصل بائبل کے مرکزی خیال سے ہم آہنگ ہے کیونکہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری، اللہ پر ایمان، امید، گناہ پر پشیمانی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری جیسے تصورات شامل ہیں۔ زبور اللہ تعالیٰ کی حمد کے نغموں سے معمور تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا لہجہ اور پر اثر لحن عطا فرمایا تھا کہ جب آپ علیہ السلام زبور کی تلاوت فرماتے تو جنوں اور انسانوں کے ساتھ ساتھ جانور اور پرندے تک وجد میں آ جاتے۔

انجیل مقدس

انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی سلسلہ بنی اسرائیل کی آخری الہامی کتاب ہے۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کی آمد کی خوش خبری بھی سنا دی۔ انجیل جہاں اصطلاح میں کلام الٰہی ہے وہیں اس لفظ کے اپنے معنی اس میں شامل مضامین و مقصود کو بھی واضح کرتے ہیں۔ لفظ "انجیل" کا مطلب ہے خوش خبری۔

انجیل میں بیان کردہ تعلیمات کا انداز بنی اسرائیل کی ذہنی سطح کے مطابق ہے جس میں نثری انداز بیان اور مکالمہ شامل ہے۔ مکالمے کے ذریعے اللہ تعالیٰ نہ صرف کلام کا انداز سکھاتے ہیں بلکہ اس میں موجود تعلیمات کی طرف انسان کو راغب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل کے آخری عہد میں اسی انداز کے ذریعے احکامات سمجھائے گئے۔

قرآن مجید

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم پر نازل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔ جس طرح انبیاء کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم پر ختم ہو گیا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب بھی آخری آسمانی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام اور اپنا دین اس کی صورت میں مکمل کر دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:3)

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام بطورِ دین پسند کر لیا۔

قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے۔ یہ ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے اور ایک ایسا ابدی معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ہر امر کو بیان کیا ہے۔ کوئی بھی معاملہ ایسا نہیں کہ جس کا علم قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔ دین کے مسائل سے لے کر دنیا کے معاملات اور سائنس کا علم بھی ہمیں قرآن سے ملتا ہے۔ اس میں ہمارے لیے کامیابی کا ہر راز موجود ہے۔ دنیا و آخرت میں سرخروئی قرآنی تعلیمات کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس کی تعلیمات کو سیکھنا اور عمل کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی آسمانی ہدایت نازل نہیں ہو گی چناں چہ دنیا و آخرت کی کامیابی اسی کو سیکھنے اور عمل کرنے میں ہے۔

آسمانی کتابوں کی مشترکہ تعلیمات:

ہم سب پر لازم ہے کہ ہم اس بات پر یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر اپنا کلام نازل فرمایا۔ تمام آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت پر زور دیا گیا ہے۔ تمام آسمانی کتابوں میں انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے طریقے بتائے گئے ہیں اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے راہنما اصول بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

اہل کتاب کے ساتھ تعلقات

آسمانی کتب کو ماننے والے اسلام کے نزدیک اہل کتاب سے مراد مسیحی اور یہودی ہیں جن کے پاس آسمانی صحیفے آئے اور بعد میں منسوخ ہو گئے۔ مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ (حلال کی پابندی کے ساتھ) کھانے کی اجازت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حقوق کی نگہداشت کی تاکید فرمائی ہے۔ اسلام ہمیں اہل کتاب کے لیے نازل کردہ کتب اور ان میں دی گئی ابدی تعلیمات کے احترام کا حکم دیتا ہے۔ اہل کتاب کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری والا رویہ اختیار کرنے کی مثالیں عہدِ نبوی ﷺ اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود ہیں۔ وہ غیر مسلم جو اسلام کی مخالفت نہ کریں ان کے ساتھ باہمی ہمدردی اور انسانی حقوق کی پاسداری کرنی چاہیے۔

حاصلِ کلام

ہمیں چاہیے کہ ہم تمام آسمانی کتابوں کی تعلیمات کو برحق جانیں اور دل و جان سے ان کا احترام بجالائیں۔ ہمیں اس بات پر بھی پختہ ایمان رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید سابقہ تمام کتب کی تعلیمات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانے اور ان کی مشترکہ آفاقی تعلیمات کو تسلیم کرنے سے دنیا میں امن اور خیر خواہی کا بول بالا ہوگا۔ جس سے اسلام کی ابدی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کے بہتر مواقع میسر ہوں گے۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کی آمد کی خوشخبری کونسی کتاب میں موجود تھی؟

الف۔ تورات مقدس　ب۔ زبور مقدس　ج۔ انجیل مقدس　د۔ قرآن مجید

۲۔ صحف سماویہ کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔

الف۔ حضرت آدم علیہ السلام سے　ب۔ حضرت ادریس علیہ السلام سے　ج۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے　د۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے

۳۔ کتب سماویہ کی مشترکہ تعلیمات میں شامل ہے۔

الف۔ توحید اور عبادتِ الٰہی　ب۔ ارکانِ اسلام پر ایمان　ج۔ ختم نبوت پر ایمان　د۔ رمضان میں تراویح اور اعتکاف

۴۔ بنی اسرائیل کی آخری الہامی کتاب ہے۔

الف۔ تورات　ب۔ زبور　ج۔ انجیل　د۔ قرآن مجید

۵۔ تورات کو "اسفارِ خمسہ" کہے جانے کی وجہ ہے۔

الف۔ پانچ کتابوں کا مجموعہ ہونا　ب۔ پہلی باقاعدہ کتاب ہونا　ج۔ وحی مکتوبی ہونا　د۔ معجزات کا ذکر ہونا

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ صحائف اور آسمانی کتب کی تعداد سے متعلق حدیثِ نبوی ﷺ تحریر کریں۔

۲۔ وحی مکتوبی اور وحی لسانی سے کیا مراد ہے؟

۳۔ اہلِ کتاب سے کون لوگ مراد ہیں؟

۴۔ زبور میں کن باتوں کی تعلیم دی گئی ہے؟

۵۔ انجیلِ مقدس کا اندازِ تخاطب کیسا ہے؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ کتبِ سماویہ کی ضرورت واہمیت پر نوٹ لکھیں۔

۲۔ آسمانی کتابوں پر ایمان سے کیا مراد ہے؟ نیز آسمانی کتب کا ادب واحترام ہم پر کیوں واجب ہے؟ وضاحت کریں۔

۳۔ مشہور آسمانی کتابوں پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں اور ان میں موجود مشترکہ تعلیمات پر روشنی ڈالیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ چند آیاتِ قرآنی کی فہرست (سورۃ کا نام اور آیت نمبر) بنائیں جن میں آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات کا ذکر ہو۔
- کلاس یا اسکول میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے تعاون اور حسنِ سلوک کا عملی مظاہرہ کرنے کے مختلف طریقوں کی فہرست بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- قرآن وسنت میں مذکور سابقہ امتوں کے متعلق بیان کردہ چند واقعات سنائے جائیں۔
- طلبہ کو دیگر آسمانی کتب کی تعظیم کی تربیت دی جائے اور ساتھ یہ بھی بتایا جائے کہ ہدایت کا اصل سرچشمہ ہمارے لیے قرآن مجید ہی ہے۔

ب۔ عقیدۂ آخرت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم	صلاحیت
• عقیدۂ آخرت اور اس کے نقلی و عقلی دلائل جان سکیں۔ • برزخ، حشر نشر، مقام محمود، حوضِ کوثر، میزان، شفاعت، جنت اور جہنم کے بارے میں جان سکیں۔ • جنت اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کا جائزہ لے سکیں۔	• عقیدہء آخرت پر ایمان پختہ کر کے جنت کا شوق اور جہنم کا خوف قلوب میں پیدا کر سکیں۔ • آخرت کی تیاری کر کے حقیقی کامیابی پانے والے بن سکیں۔

فرمانِ الٰہی

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ

(البقرۃ:281)

ترجمہ:۔اور اُس دن سے ڈرتے رہو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

عقیدۂ آخرت کا معنی و مفہوم

آخرت کے معنی ہیں "بعد میں آنے والی چیز"۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کے معنی ہیں "قریب والی چیز"۔ جو ہماری موجودہ زندگی ہے، یہ قریب ہے کیونکہ اس وقت ہم اس سے گزر رہے ہیں اس کو دُنیا کہتے ہیں اور جو اس زندگی کے بعد زندگی ہے اس کو آخرت کہتے ہیں۔ عقیدہ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل اہم عقیدہ ہے جس پر ہر مسلمان کو ایمان اور پُختہ یقین رکھنا ضروری ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ترجمہ: بندہ جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لائے مومن نہیں ہو سکتا۔ وہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک میں محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں مجھے اس نے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، وہ موت پر اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے۔ (جامع ترمذی:2145)

دنیا و آخرت کی زندگیوں میں واضح فرق یہ ہے کہ دنیا کی زندگی چند روزہ اور ختم ہونے والی ہے۔ دنیا عمل کرنے کی جگہ ہے اور موت کے بعد انسان آخرت کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ والی ہے۔ عقیدۂ آخرت کی اسلام میں بے حد اہمیت ہے۔ توحید و رسالت کے بعد اسلام میں جس چیز پر زیادہ زور دیا گیا ہے وہ عقیدۂ آخرت ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ عقیدۂ آخرت پر یقین رکھے بغیر انسان کے باقی عقائد و نظریات میں پختگی پیدا نہیں ہو سکتی اور اس کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ عقیدۂ آخرت سے مراد اس بات کا یقین رکھنا کہ یہ کائنات وقت مقررہ پر ایک دن فنا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر انسان کا نامۂ اعمال پیش کیا جائے گا۔ پھر ترازو قائم کیا جائے گا اور سب انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ جس شخص کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا، اُسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جس شخص کی برائیوں کا پلڑا بھاری ہو گا، اُسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ حساب و کتاب کے اس دن کو یومِ حشر یا یومِ قیامت کہتے ہیں۔ نیک لوگوں کے لیے جنت انتہائی آرام دہ اور پُر سکون ٹھکانا ہو گا۔

جبکہ کافروں اور گناہ گاروں کا ٹھکانا جہنم ہو گا جو انتہائی تکلیف دہ اور اذیّت ناک جگہ ہے۔ ایمان والے اپنی سزا پوری کر کے بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں داخل ہوں گے۔

عقیدۂ آخرت کے دلائل

- جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر ایمان رکھتا ہے، وہ عقیدۂ آخرت پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اس عقیدے کی تعلیم ہم تک پہنچائی کہ اس پر ایمان رکھا جائے۔
- اس بات کو کیسے مانا جاسکتا ہے کہ اچھے اور برے کام کا ایک ہی نتیجہ ہو؟ چناں چہ انسان اس فیصلے پر ضرور پہنچتا ہے کہ کوئی ایسا دن ہونا چاہیے جس میں ہر انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور اچھے افراد کو ان کے نیک اعمال کی جزا اور برے لوگوں کو ان کے برے اعمال کی سزا دی جاسکے۔
- عقیدۂ آخرت انسان کے رہن سہن اور طرزِ عمل کو سنجیدہ بناتا ہے۔ وہ اچھائی اور برائی کے معاملے میں حقیقی فرق کو سمجھ سکتا ہے۔ اور وہ دنیا پرستی چھوڑ کر اسلام کی راہ پر چل کر کامیاب ہو سکتا ہے۔
- عقیدۂ آخرت انسان میں حساب و جوابدہی کا احساس پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ القارعہ اور سورۃ الزلزال میں یہ بات بیان کی گئی ہے تاکہ انسان کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے سوچے کہ ایک دن یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور سب انسانوں کو اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہو گا۔
- آخرت کی زندگی محض ایک تصور اور خیال نہیں ہے، بلکہ اِسے ماننے سے انسان کی عملی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوتی ہے، انسان اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ اس کی ہر حرکت اور ہر عمل کو دیکھا جا رہا ہے اور اِن اعمال کی جزا اور سزا یقینی طور پر مقرّر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

> نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا:
> اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس کی طلب کرو۔ کیونکہ وہ سب سے اعلیٰ جنت ہے اور سب سے بہترین حصہ ہے اور عرشِ الٰہی اس کی چھت ہے۔ (جامع ترمذی، حدیث: 2530)

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ﴿٧﴾ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿٨﴾

ترجمہ: تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہو گی وہ (بھی) اسے دیکھ لے گا۔ (الزلزال: 7-8)

برزخ

لغوی اعتبار سے برزخ دو چیزوں کے درمیان روک یا آڑ کو کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد موت کے بعد سے قیامت تک کا درمیانی عرصہ ہے۔ مرنے کے بعد تمام جن وانس حسبِ مراتب برزخ میں رہیں گے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اِنَّكُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ ﴿١٦﴾ (المومنون: 15، 16)

ترجمہ: پھر یقیناً تم اس کے بعد مرنے والے ہو۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

قیامت

قرآن مجید میں ہے کہ دنیا کی زندگی تو بس ایک کھیل تماشا ہے، جو ہمیشہ نہیں رہے گا۔ ایک وقت ایسا آئے گا، جب فرشتہ اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا کی ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ دریا، ندی، نالے اور سمندر خشک ہو جائیں گے۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ یہ قیامت کا دن ہوگا۔

اس دنیا کے فنا ہو جانے کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔ جس کے نتیجے میں سارے انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ایک صاف اور چٹیل میدان میں جمع ہوں گے، جہاں انھیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اس دوسرے جہاں کو آخرت کہا جاتا ہے اور اسے قیامت کا دن بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں بیان ہوا ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرما دیجیے کہ اللہ ہی تمھیں زندگی عطا فرماتا ہے پھر وہی تمھیں موت دے گا پھر وہی تمھیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

(الجاثیۃ:26)

نامۂ اعمال

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر کیے ہیں، یہ فرشتے "کراماً کاتبین" کہلاتے ہیں۔ کراماً کاتبین ہر انسان کے دن رات کے نیک و بد اعمال لکھتے رہتے ہیں اور ان کا باقاعدہ حساب کتاب رکھتے ہیں۔ یہ حساب انسان کا نامۂ اعمال ہے۔ روزِ جزا ہر انسان کو اس کا نامہ اعمال پیش کیا جائے گا۔ نیک لوگوں کو دائیں ہاتھ میں اور برے لوگوں کو بائیں ہاتھ میں۔ میدانِ حشر میں میزانِ عدل قائم ہوگا۔ میزان کے ایک پلڑے میں انسان کے نیک اعمال اور دوسرے پلڑے میں اُس کے بُرے اعمال ڈالے جائیں گے۔ اگر نیکیوں کا وزن زیادہ ہوگا، اُسے بخش دیا جائے گا اور رحمت کے فرشتے اُسے جنت میں لے جائیں گے۔ اگر برائیوں کا وزن زیادہ ہوگا تو دوزخ کے فرشتے اُسے دوزخ میں لے جائیں گے۔

حوضِ کوثر، شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور مقامِ محمود

> **حوضِ کوثر**
> اس حوض کی لمبائی ایلہ (اردن اور فلسطین کے درمیان ایک علاقہ) سے صنعاء (یمن) تک ہوگی، اور اس کی چوڑائی ایلہ سے جحفہ (جدہ اور رابغ کے درمیان ایک مقام) تک کے فاصلے کے برابر ہوگی۔ (صحیح بخاری: 6580)

کوثر کے لفظی معنی "بہت زیادہ بھلائی" کے ہیں۔ یہ جنّت کے اس حوض کا نام ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے تصرّف میں دے گا۔ جس کے پاک پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی امّت سیراب ہوگی۔ احادیث میں مذکور ہے کہ نہرِ کوثر اصل میں جنّت میں ہے، جس کی دو نالیوں سے حوض کوثر میں پانی آتا رہے گا۔ حوضِ کوثر قیامت کے میدان میں ہوگا۔ تصور کیا جائے کہ قیامت کی اس گرمی اور نفسا نفسی کے عالم میں حوضِ کوثر کی کیا اہمیت ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اس حوض کے وسط میں تشریف فرما ہوں گے اور اپنی امت کو حوضِ کوثر سے جام بھر بھر کر پلاتے جائیں گے۔ حوضِ کوثر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی امّت جنّت میں داخل ہونے سے قبل پانی پیے گی۔ جو اس حوض کا پانی ایک بار پی لے گا، اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ حوض کوثر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا اور اس کی تہ کی مٹّی مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ (صحیح مسلم: 2301)

قیامت کا دن مومنوں کے لیے امید اور خوشخبری کا بھی باعث ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم قیامت کے دن مقامِ محمود پر فائز ہوں گے، یعنی

آپ ﷺ حق شفاعتِ عظمیٰ استعمال فرمائیں گے۔ روزِ قیامت صرف آپ ﷺ ہی کو شفاعت کرنے کا اختیار حاصل ہو گا۔ تمام گناہگار آپ ﷺ کی شفاعت کے منتظر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ گناہگار امتیوں کے حق میں آپ ﷺ کی شفاعت قبول کریں اور اس طرح مسلمان امت کی بخشش ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

(بنی اسرائیل:79)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصّے میں تہجد پڑھا کیجیے جو آپ کے لیے زائد (عبادت) ہے اُمید ہے کہ آپ کا ربّ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔

آخرت میں میزان اور پُل صراط

آخرت کے مناظر جو قرآن مجید و احادیث مبارکہ نے بیان کیے ہیں، اس قدر ہولناک ہیں کہ انسان کی قوت برداشت جواب دے جاتی ہے۔ اُس روز نفسا نفسی کا عالم ہو گا اور کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ اگر کوئی چیز کام آئے گی تو وہ انسان کے اپنے اعمال ہوں گے۔ جن میں سے ہر عمل کا حساب دینا ہو گا۔ اعمال میزان کے ذریعے تولے جائیں گے۔ میزان ترازو کو کہتے ہیں جو اعمال کے وزن کے لیے قیامت میں نصب کی جائے گی۔ وزن ایسی میزان سے کیا جائے گا جس میں دو پلڑے ہوں گے اور اس کا ہر پلڑا اتنی وسعت رکھے گا جیسی مشرق و مغرب کے درمیان وسعت ہے۔ قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن اس میزان میں رکھا جائے گا۔ جن کے اعمال وزنی ہوں گے، وہ کامیاب ہوں گے اور جن کا وزن ہلکا ہو گا وہ خسارے میں رہیں گے۔

قیامت کے دن سب لوگوں کو ایک پل پر چل کر جنت کی طرف جانا ہو گا، اس پل کو پل صراط کہتے ہیں۔ یہ پل جہنم کے اوپر نصب کیا جائے گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا۔ ہر نیک و بد اور مومن و کافر کا اس پر سے گزر ہو گا۔ نیک لوگ اس پل پر سے سلامتی سے گزر جائیں گے جبکہ کافر لوگ اس پل سے گر کر دوزخ میں چلے جائیں گے۔

جنت اور جہنم میں لے جانے والے اعمال

جو شخص ایمان کی حالت میں اس دنیا سے جائے گا، وہ یقیناً جنت کا حقدار ہو گا۔ لیکن زندگی میں کیے گئے گناہوں اور کوتاہیوں کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، نماز کی پابندی نہ کرنا، رمضان المبارک کے فرض روزے نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا، استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا ایسے کبیرہ گناہ ہیں کہ جو اللہ کو سخت ناپسند ہیں۔ ان کی سزا انسان کو جہنم کی صورت میں مل سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، لوگوں کا حق نہ دینا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، گالم گلوچ کرنا، وعدہ خلافی کرنا، لوگوں کو تکلیف پہنچانا، برے القاب سے پکارنا وغیرہ ایسے گناہ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ کی سخت پکڑ ہو گی۔ جو مسلمان ان تمام گناہوں سے بچتا ہے، وہ اللہ کی رحمت سے جنت میں اپنا ٹھکانا پائے گا۔ نماز سمیت تمام فرائض کی ادائی، حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا مکمل خیال رکھنا انسان کو جنت میں لے جاتا ہے۔ جنت ایسی جگہ ہے کہ جہاں انسان کو ہر طرح کی نعمت، جس کا وہ تصور کر سکتا ہے، میسر ہو گی۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم راہِ راست پر قائم رہیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والے اعمال بجالائیں۔ ارکانِ اسلام پر پابندی سے کاربند رہیں۔ عبادتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق میں بھی سچائی اور ایمان داری والا رویہ اختیار کریں۔ دنیاوی معاملات کو آخرت کے خوف سے درست انداز سے بجالانے سے انسان جہنم سے بچ کر جنت میں اپنا ابدی ٹھکانا بنانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

مشق

سوال نمبر ا۔ **مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔**

ا۔ آخرت کے معنی ہیں:

الف۔ بعد میں آنے والی چیز | ب۔ پہلے آنے والی چیز | ج۔ درمیان میں آنے والی چیز | د۔ ختم ہو جانے والی چیز

۲۔ میزان پر کیا کام ہوگا؟

الف۔ پانی پلایا جائے گا | ب۔ گناہگاروں کو گزارا جائے گا

ج۔ اعمال تولے جائیں گے | د۔ مردوں کو زندہ کیا جائے گا

۳۔ کس عقیدے میں مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا ذکر ہے؟

الف۔ توحید | ب۔ رسالت | ج۔ فرشتے | د۔ آخرت

۴۔ نبی کریم ﷺ قیامت کے دن مقامِ محمود پر فائز ہوں گے اور آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے:

الف۔ صرف بنی اسرائیل کی۔ | ب۔ اہلِ حرمین شریفین کی | ج۔ اپنے پیارے امتیوں کی | د۔ سب انسانوں کی

۵۔ موت کے بعد سے قیامت تک کا درمیانی عرصہ کہلاتا ہے:

الف۔ آخرت | ب۔ برزخ | ج۔ قیامت | د۔ پل صراط

۶۔ قیامت کے دن گناہگار مسلمان امتیوں کی نظریں سب سے زیادہ کس چیز کی طرف ہوں گی؟

الف۔ قیامت کی گرمی۔ | ب۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف

ج۔ نبی کریم ﷺ کی شفاعت | د۔ دوسری امتوں کی طرف

۷۔ دنیا میں عقیدۂ آخرت پر ایمان پختہ ہونے سے انسان بچ جاتا ہے:

الف۔ حقوق العباد کی ادائی سے | ب۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے

ج۔ برے اعمال سے | د۔ امر بالمعروف سے

سوال نمبر ۲۔ **درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔**

ا۔ عقیدۂ آخرت کا مفہوم واضح کریں۔

۲۔ عقیدۂ آخرت کے بارے میں قرآن مجید کی ایک آیت اور اُس کا ترجمہ لکھیں۔

۳۔ عقیدۂ آخرت کی ایک عقلی دلیل پیش کریں۔

۴۔ مقامِ برزخ سے کیا مراد ہے؟

۵۔ قیامت کے دن حوضِ کوثر کی کیا اہمیت ہوگی؟

۶۔ نبی کریم ﷺ کے "مقامِ محمود" پر فائز ہونے سے کیا مراد ہے؟

۷۔ شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا مراد ہے اور کون لوگ اس سے فیض یاب ہوں گے؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ عقیدۂ آخرت پر قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۲۔ عقیدۂ آخرت میں میزان اور پل صراط پر مکمل ایمان لانے کے تقاضوں کی وضاحت کریں۔

۳۔ عقیدۂ آخرت کے دلائل تفصیلاً بیان کریں۔

۴۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حوالے سے جنت اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کا تقابلی جائزہ پیش کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ چند آیاتِ قرآنی کی فہرست (سورۃ کا نام اور آیت نمبر) بنائیں جن میں عقیدۂ آخرت اور جنت و جہنم کا ذکر ہو۔
- جنت اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کی فہرست بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- عقیدۂ آخرت کے عملی زندگی پر اثرات کے متعلق ایک مذاکرہ کرایا جائے۔
- طلبہ کو آخرت کی تیاری کرنے کی ترغیب دلانے کے لیے قرآن و حدیث کے مزید احکام پر روشنی ڈالیں۔

زکوٰۃ اور عُشر

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- زکوٰۃ و عشر میں فرق جان سکیں۔
- زکوٰۃ و عشر کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔
- زکوٰۃ و عشر کے دلائل جان سکیں۔
- زکوٰۃ و عشر کی فرضیت کی حکمت سے آگاہ ہو سکیں۔
- اسلام کے معاشی نظام میں معاشی انصاف کے لیے زکوٰۃ و عشر کے کردار کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- زکوٰۃ و عشر کی اہمیت سے آگاہ ہو کر اپنے قلوب میں سخاوت کا جذبہ پیدا کر سکیں۔
- اسلامی معاشی مساوات سے آگاہ ہو کر معاشی اعتبار سے کمزور طبقے کے مددگار بن سکیں۔

زکوٰۃ:

زکوٰۃ دینِ اسلام کا بنیادی رکن ہے، جس کے لغوی معنی ''پاک ہونا، بڑھنا یا نشوونما پانا'' ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد ہر صاحبِ نصاب مسلمان مرد و عورت کا سال میں ایک مرتبہ اپنے مال سے ایک مخصوص حصہ (اڑھائی فیصد) مستحقین کو دینا ہے۔ زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔ اس کا بنیادی مقصد غریبوں کی مدد، معاشرتی فلاح و بہبود میں صاحب ثروت لوگوں کا حصہ ملانا اور مستحق لوگوں تک زندگی گزارنے کا سامان بہم پہنچانا ہے۔

عُشر:

عُشر کا لغوی معنی دسواں حصہ ہے۔ اسلامی اصطلاح میں عُشر زمین کی زرعی پیداوار کی زکوٰۃ ہے اور یہ زمین کے مالک کو کل پیداوار کا دسواں حصہ حق داروں کو ادا کرنا ہوتی ہے۔ جس زمین کو بارش سے سیراب کیا جائے اس پر عُشر یعنی دسواں حصہ ادا کرنا لازم ہے اور جس زمین کو کنویں یا ٹیوب ویل وغیرہ سے سیراب کیا جائے۔ اس پر نصف عُشر یعنی بیسواں حصہ ادا کرنا لازم ہے۔ یعنی جس کھیت کی کاشت میں آبپاشی کے لیے کم مشقت کرنا پڑتی ہو وہاں عشر یعنی دسواں حصہ دینا واجب ہے جبکہ جس زمین کی آبپاشی میں زیادہ محنت کرنا پڑے تو اس پیداوار میں سے نصف عُشر دینا واجب ہے۔

زکوٰۃ و عُشر کا نصاب:

جس مسلمان کے پاس ایک مقررہ مقدار میں مال و دولت سال بھر جمع رہے تو ہر سال اس دولت کا **چالیسواں حصہ** غریبوں، مسکینوں یا نیکی کے دوسرے کاموں پر خرچ کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کے نصاب کی مقدار ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کے برابر ہے۔

ہر اس شخص پر جو زمین کاشت کرتا ہے، عُشر دینا واجب ہے۔ عُشر چونکہ پیداوار کی زکوٰۃ ہے اس لیے مال کی زکوٰۃ کے ساتھ پیداوار کا عُشر الگ نکالا جاتا ہے۔ سال کے اندر جتنی بھی فصلیں کاشت ہوں گی، ان سب پر ہی عُشر واجب ہے۔ عُشر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔

زکوٰۃ و عُشر کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں:

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے، نماز اور روزے کی طرح یہ بھی ایک فرض عبادت ہے۔ زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کی سب سے مقدم عبادت نماز کے بعد اس کا مقام ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے شب معراج کو فرض ہوئی جبکہ زکوٰۃ دو ہجری میں فرض ہوئی۔ قرآن مجید میں ۸۲ جگہوں پر نماز کی فرضیت کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے، اور تنہا زکوٰۃ کا ذکر اس کے علاوہ ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کی کس قدر اہمیت ہے۔ زکوٰۃ ایک مالی فریضہ اور عبادت ہے جو پچھلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی شریعتوں میں بھی ایک دینی فریضہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مالداروں پر زکوٰۃ اس لیے فرض کی ہے تاکہ محتاج اور ضرورت مند مسلمانوں اور انسانوں کی مدد کی جاسکے۔ اسی طرح خرچ کرنے والوں کی تعریف اور ان کے اجر و ثواب کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

(التوبہ:103)

ترجمہ: آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) اِن کے مال میں سے صدقہ لیجیے تاکہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) اُنھیں پاک کریں اور اس کے ذریعہ اِن کا تزکیہ کریں اور اِن کے حق میں دُعا فرمائیں۔ بے شک آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کی دُعا اِن کے لیے (باعثِ) تسکین ہے اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

زکوٰۃ و عشر ادا کرنے والوں کا انعاماتِ آخرت کی بشارت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (السبا:39)

ترجمہ: اور جو بھی چیز تم خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

زکوٰۃ محض ناداروں کی کفالت اور دولت کی تقسیم کا ایک موزوں ترین عمل ہی نہیں بلکہ ایک ایسی عبادت ہے جو مال کے ساتھ ساتھ قلب و رُوح کا میل کچیل بھی صاف کرتی ہے۔ ابتدائے اسلام میں لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ لا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قلب مبارک سے بے ساختہ طور پر ان کے لیے دعائیں نکلتی تھیں، چناں چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی دعائیں حاصل کرنے کے لیے زکوٰۃ پیش کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

دورِ اوّل میں جب اسلام مکمل طور پر ملکی قانون کے طور پر نافذ تھا تو نماز اور زکوٰۃ کا نظام بھی باقی قوانین و احکام کی طرح حکومت ہی قائم کرنے کی ضامن تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہیں یہ تلقین فرمائی:

"ان کو اس گواہی دینے کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور اس کی کہ میں اللہ کا (سچا آخری) رسول ہوں۔ پھر اگر وہ تمھاری یہ بات مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ لوگ تمھاری یہ بات مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کر دی ہے جو ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں پر صرف کی جائے گی"۔ (صحیح بخاری:1395)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

ترجمہ: "صدقہ گناہ کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے یعنی ختم کر دیتا ہے" اور "صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا رہتا ہے۔" (مشکوۃ المصابیح، حدیث: 389)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی زکوٰۃ کو بہت اہمیت دی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی ریاست کو نازک ترین صورتِ حال اور بحران کا سامنا کرنا پڑا تو سب سے بڑا چیلنج منکرین زکوٰۃ کا تھا۔ اسلامی تاریخ کے اس انتہائی نازک لمحے میں خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کمال جرأت ایمانی سے اس بات کا اعلان کیا کہ جو کوئی نماز اور زکوٰۃ میں کسی قسم کی تفریق اور امتیاز روا رکھے گا، میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔ چناں چہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف کھلم کھلا جہاد کا اعلان کیا اور دستے روانہ کیے۔ اسی طرح باقی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی زکوٰۃ کو جمع کرنے اور تقسیم کرنے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔

زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے چند شرائط درج ذیل ہیں۔

- مسلمان ہونا: کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں۔
- بالغ ہونا: نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔
- عاقل ہونا: مجنون پر زکوٰۃ فرض نہیں جبکہ اسی حال میں سال گزر جائے۔
- آزاد ہونا: غلام پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دے دی ہو۔
- مال بقدرِ نصاب اس کی ملک میں ہونا، اگر نصاب سے کم ہے تو زکوٰۃ نہیں۔
- نصاب پر ایک سال کامل کا گزر جانا۔
- مال قرض سے فارغ ہو یعنی قرض ادا کرنے کے بعد نصاب کے برابر ہو۔

مصارفِ زکوٰۃ

بے شک زکوٰۃ تو (صرف) فقراور مسکینوں اور اس (کی تحصیل و تقسیم) پر مامور کارکنان اور (اُن کے لیے ہے) جن کی تالیف قلب (مطلوب) ہو اور غلاموں کی آزادی میں اور قرض داروں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ہے یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ (التوبہ: 60)

زکوٰۃ و عشر ادا کرنے کے فوائد و حکمت

اسلامی فلاحی مملکت میں رفاہِ عامہ اور نظامِ حکومت چلانے کے لیے زکوٰۃ و عشر ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ زکوٰۃ و عشر دینے کے بے شمار فوائد میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

- زکوٰۃ و عشر ادا کرنے میں اطاعتِ الٰہی کی پاسداری ہوتی ہے اور اطاعتِ الٰہی سے دین و دنیا کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔
- زکوٰۃ و عُشر دینے سے مال پاک ہو جاتا ہے اور اس سے مال میں برکت ہوتی رہتی ہے۔
- زکوٰۃ و عُشر ادا کرنے سے مال کی محبت کم ہوتی ہے جس سے اخلاق میں پختگی آتی ہے۔
- زکوٰۃ و عُشر ادا کرنے سے بے شمار بلائیں اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔

- زکوٰۃ و عُشر ادا کرنے سے دولت گردش میں رہتی ہے جس سے معاشرے میں غربت میں کمی اور معاشی ناہمواری ختم ہوتی ہے۔
- زکوٰۃ ادا کرنے سے معاشرتی تعلقات بہتر ہوتے ہیں۔

حاصلِ کلام:

زکوٰۃ و عشر اسلام کے اہم ستونوں میں سے ایک ہے۔ یہ ایک ایسا معاشی نظام ہے، جو غریبوں اور مسکینوں کی خوش حالی کا ضامن ہے جس کے ذریعے معاشرے سے غربت کا خاتمہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے انسانوں میں سخاوت اور صدقہ کرنے کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس سے امیروں اور غریبوں کے درمیان پیار و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور معاشرہ خوش حال ہو جاتا ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد اور تعاون کا یہ ایک ایسا نظام ہے جو اقتصادی و معاشی سطح پر کمزور اور مجبور لوگوں کو مضبوط کرتا ہے۔

مشق

سوال نمبر۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ صاحبِ نصاب اپنے مال پر زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔

الف۔ دسواں حصہ — ب۔ بیسواں حصہ — ج۔ تیسواں حصہ — د۔ چالیسواں حصہ

۲۔ عشر ادا کیا جاتا ہے۔

الف۔ زیورات پر — ب۔ روپے پیسے پر — ج۔ زمینوں پر — د۔ فصلوں کی پیداوار پر

۳۔ منکرینِ زکوٰۃ کے ساتھ جہاد کیا۔

الف۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے — ب۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے

ج۔ حضرت عثمان ؓ نے — د۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے

۴۔ جن کاموں پر زکوٰۃ و عُشر خرچ ہو سکتی ہے، کہلاتے ہیں۔

الف۔ مصارفینِ زکوٰۃ و عُشر — ب۔ نصابِ زکوٰۃ و عُشر — ج۔ واجباتِ زکوٰۃ و عُشر — د۔ فرائضِ زکوٰۃ و عُشر

۵۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کرنے کی سب سے بڑی وجہ تھی۔

الف۔ منکرین کا خلیفہ کے خلاف جنگ کی تیاری کرنا۔ — ب۔ خلیفہ کا مالی مسائل کا شکار ہونا۔

ج۔ مسلمانوں کا غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینا۔ — د۔ عہدِ نبوی کی طرح زکوٰۃ کی پابندی کروانا۔

سوال نمبر۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ زکوٰۃ اور عُشر کے لغوی معنی کیا ہیں؟

۲۔ زکوٰۃ کی اہمیت میں قرآن مجید کی ایک آیت اور اس کا ترجمہ تحریر کریں۔

۳۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کے بارے میں حدیث مبارکہ بیان کریں۔

۴۔ مصارفِ زکوٰۃ کون کون سے ہیں؟

۵۔ زکوٰۃ و عُشر کو مکمل اور بروقت ادا کرنے کے تین معاشرتی فائدے لکھیں۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ زکوٰۃ و عُشر کی فضیلت و اہمیت قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھیں۔

۲۔ زکوٰۃ و عُشر کے نصاب اور مصارف پر مفصل نوٹ لکھیں۔

۳۔ زکوٰۃ و عُشر مکمل اور بروقت ادا کرنے سے معاشرے کی ترقی اور خوشحالی پر مرتب ہونے والے اثرات کا تفصیلی جائزہ پیش کریں۔

۴۔ زکوٰۃ و عُشر کی اہمیت سے آگاہ ہو کر ہم کس طرح سخاوت اور صدقہ و خیرات کر کے معاشی اعتبار سے کمزور طبقے کی مدد کر سکتے ہیں، وضاحت کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ آپس میں زکوٰۃ اور اس کے معاشرے پر اثرات کے بارے میں بات چیت کریں۔
- سخاوت اور صدقہ و خیرات کی مختلف صورتوں کی نشان دہی کریں اور اپنے ہم جماعت طلبہ کو بتائیں کہ وہ کن کن صورتوں پر عمل کرتے ہیں۔
- طلبہ چند آیاتِ قرآنی کی فہرست (سورۃ کا نام اور آیت نمبر) بنائیں جن میں زکوٰۃ کا ذکر ہو۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو زکوٰۃ اور عُشر کی حکمت آسان الفاظ میں سمجھائیں۔
- طلبہ کو اسلامی معاشی نظام سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ معاشی اعتبار سے کمزور طبقے کے مددگار بن سکیں۔
- کمرا جماعت میں اسلامی نظام معیشت اور اس کے فوائد نیز غیر اسلامی نظام معیشت اور اس کے مفاسد کے بارے میں مذاکرہ کا اہتمام کریں۔

حج اور قربانی

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم	صلاحیت
• حج اور قربانی کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔ • حج اور قربانی کے دلائل جان سکیں۔ • حج اور عمرہ کے فضائل اور مناسک سے آگاہ ہو سکیں۔ • حج اور قربانی کے فلسفہ اور حکمتوں سے آگاہ ہو سکیں۔	• حج اور عمرہ کی اہمیت سے آگاہ ہو کر صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں حج اور عمرہ کرنے والے بن سکیں۔ • قربانی کی اہمیت سے آگاہ ہو کر صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں جذبہ اخلاص کے ساتھ قربانی کرنے والے بن سکیں۔
• حرمین شریفین، بیت اللہ، روضۂ رسول ﷺ، آثار نبویہ اور مقامات مقدسہ کی اہمیت و برکت سے آگاہ ہو سکیں۔	• حرمین شریفین، بیت اللہ، روضۂ رسول ﷺ، آثار نبویہ اور مقامات مقدسہ کے انوار و فیوض سے مستفیض ہونے والے بن سکیں۔
• اُمّتِ مُسلمہ کی آفاقیت اور اجتماعیت کے سلسلے میں حج کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔	• ملتِ اسلامیہ کی آفاقیت اور اجتماعیت کے تصور سے آگاہ ہو کر عالمی اخوت و یگانگت کی روح پیدا کر سکیں۔

معنی و مفہوم

> اسلامی مہینے ذی الحج میں مقررہ تاریخوں پر مکہ مکرمہ میں جا کر کیے جانے والے متعینہ اعمال کو مناسک کہتے ہیں۔

حج ارکان اسلام میں پانچواں اور اہم رکن ہے۔ اس کی فرضیت کا حکم قرآن مجید میں واضح طور پر آیا ہے۔ حج کے لغوی معنی ہیں "کسی اہم کام کی انجام دہی کا قصد کرنا یا ارادہ کرنا"۔ اسلامی شریعت میں حج سے مراد ذی الحج کے مقررہ ایام میں بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا اور مقررہ مناسک وقت اور طریقے کے مطابق ادا کرنا ہے۔ یہ مناسک بیت اللہ شریف، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ادا کیے جاتے ہیں۔

حج کے ایام میں، دس ذی الحج کو مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے جانور اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں۔ اسی کو قربانی کہا جاتا ہے۔

حج کی اہمیت و فضیلت

حج اسلام کا پانچواں رُکن ہے۔ یہ ایک ایسی جامع عبادت ہے جس میں جسمانی اور مالی عبادات شامل ہیں۔ فریضہ حج کی ادائی کے لیے مکہ مکرمہ کے سفر کی تکالیف برداشت کرنا، لاکھوں روپے خرچ کرنا اور مناسک کی ادائی میں مشقت کے ساتھ ساتھ اپنے آرام اور نیند کی قربانی کرنا سبھی شامل ہوتا ہے۔ خاص لباس پہننا اور اپنے جذبات و احساسات اور خواہشات کو ترک کر کے اللہ کو راضی کرنے کے لیے کوشاں رہنا حج کی رُوح ہے۔ حاجی کے دل میں

اس دوران میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ موجزن رہتا ہے اور تمام معاملات سے اپنے آپ کو الگ کرلیتا ہے۔ اس دوران بھوک، پیاس اور موسم کی شدت بھی برداشت کرنا پڑتی ہے۔ حج ہر عاقل و بالغ، تندرست اور صاحبِ استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض کیا گیا ہے اور یہ شرط بھی عائد کی گئی ہے کہ حج کے مقام تک پہنچنے کا راستہ بھی پرامن ہو اور اس کے گھر والوں کے پاس اس عرصے کے لیے ضروری وسائل بھی موجود ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ (آلِ عمران: 97)

ترجمہ: "اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا (فرض) ہے جو کوئی بھی اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس کسی نے کفر کیا تو بے شک اللہ جہان (والوں) سے بے نیاز ہے۔"

نظامِ شریعت کا نفاذ مرحلہ وار ہوا۔ پہلے وہ احکام نازل ہوئے جس میں آسانی تھی۔ حج ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال خود حج نہیں فرمایا بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں لوگوں کو حج کے لیے روانہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیّبہ میں سن ۱۰ ہجری میں حج ادا فرمایا جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: "جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے حج کرتا ہے اور وہ دورانِ حج فسق و فجور سے پاک رہتا ہے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا۔" (سنن نسائی: 2628)

اللہ تعالیٰ کریم ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو گناہوں سے پاک کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حج گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی میل کچیل کو دھوڈالتا ہے گویا حج کے بعد گھر لوٹنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے۔ حج کی اسی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "جس (صاحبِ استطاعت) شخص کو نہ کوئی ظاہری ضرورت حج سے روک رہی ہو، نہ کوئی ظالم بادشاہ اس کی راہ میں حائل ہو، اور نہ کوئی روکنے والی بیماری اور پھر بھی وہ حج کیے بغیر مر جائے تو چاہے وہ یہودی ہو کے مرے یا نصرانی"۔

(مشکوٰۃ المصابیح: 2521)

اس حدیث مبارکہ سے صاحبِ استطاعت ہوتے ہوئے حج نہ کرنے والے کے لیے اتنی سخت وعید یہ ظاہر کرتی ہے کہ کسی شرعی عذر کے بغیر حج نہ کرنے سے آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور ہو جاتا ہے۔ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے انعام سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ اُس کی ناراضی کا مستحق ہوتا ہے۔

مناسکِ حج

آٹھ سے تیرہ ذوالحجہ کے دوران ہر سال مکہ مکرمہ میں مناسکِ حج مقررہ مقامات پر ادا کیے جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے دوران حج کے تمام مناسک کو خود کر کے دکھایا تھا اور اعلان فرمایا:

خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ

ترجمہ: ''اپنے مناسک حج مجھ سے سیکھ لو۔'' (مسند احمد: 4430)

مناسکِ حج میں نیت کرنا، احرام باندھنا، تلبیہ پڑھنا، وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت کرنا فرض ہیں۔ منیٰ میں قیام، کنکریاں مارنا، صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا، بال منڈوانا یا ترشوانا، قربانی کرنا، مزدلفہ میں رات کا قیام کرنا اور طوافِ وداع کرنا بھی مناسکِ حج ہیں۔ ان تمام مناسک کا اپنے اپنے مقررہ وقت پر اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں حج مکمل نہیں ہوتا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟
حج کے دوران میں شیطان کو کنکریاں مارنے کو ''رمی'' کرنا کہتے ہیں جبکہ صفا اور کے درمیان مروہ پر دوڑنے کو ''سعی'' کرنا کہا جاتا ہے۔

- حُجاج کرام 8 ذی الحج کو منیٰ پہنچ کر رات یہاں قیام کرتے ہیں، ذکر و اذکار اور عبادات میں مشغول رہتے ہیں۔ انھوں نے احرام باندھ رکھے ہوتے ہیں اور حُرمت والے تمام امور سے پرہیز کرتے ہیں جو احرام کی صورت میں لازم ہیں۔
- منیٰ میں رات گزارنے کے بعد میدان عرفات کی طرف چل پڑتے ہیں۔ کچھ پیدل سفر کرتے ہیں کچھ بسوں گاڑیوں پر اور کچھ ریل گاڑی پر یہاں پہنچ کر ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی ادا کرتے ہیں۔ میدان عرفات میں قیام وقوفِ عرفہ کہلاتا ہے اور یہ حج کا رکن اعظم ہے۔
- امام صاحب مسجدِ نمرہ سے خطبہ حج ارشاد فرماتے ہیں جس میں توحید، رسالت اور آخرت کے ساتھ حج کے مناسک کی اہمیت اور ادائی پر بات کی جاتی ہے۔ عالم اسلام کو درپیش مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اُن کے حل پر بھی بات کی جاتی ہے۔
- غروب آفتاب تک حُجاج دُعا و مناجات میں مصروف رہ کر اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں۔ یہ روح پرور منظر غروبِ آفتاب تک جاری رہتا ہے۔
- غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی حجاج عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور رات کھلے آسمان تلے گزاری جاتی ہے۔

آپ زمزم پینے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے باوضو اور کھڑے ہو کر تین سانس میں پیا جائے اور آپ زمزم پیتے وقت یہ دعا کرنی چاہیے:
اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْاَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا وَاسِعًا، وَشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ.
''اے اللہ! میں تجھ سے مفید علم، فراخ رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا طلب گار ہوں۔''

- حجاج کرام صبح فجر کے وقت منیٰ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر رمی کی جاتی ہے، جس کے لیے کنکریاں مزدلفہ سے ساتھ لے لی جاتی ہیں۔
- رمی کے بعد جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔
- قربانی کے بعد حجاج اپنے سر کے بال منڈواتے ہیں یا ترشواتے ہیں اس کا مقصد اللہ کے حکم پر اپنی خواہشات کو قربان کرنا ہے۔
- مسجد الحرام جا کر بیت اللہ طوافِ زیارت اور صفا و مروہ کی سعی کرتے ہیں۔

عمرہ کی فضیلت
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
''رمضان میں عمرہ کرنا، حج کرنے کے

- حج کے اگلے دو یا تین دن منیٰ میں ہی قیام کر کے رمی کی جاتی ہے۔ یوں مناسکِ حج انجام پاتے ہیں۔ حجاج اپنے گھر واپسی سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف الوداع کرتے ہیں۔

حج اور عمرہ میں فرق

حج و عمرہ میں درج ذیل امور کے لحاظ سے فرق ہے:

- حج میں وقوف عرفات، طواف اور سعی ہے جبکہ عمرہ میں وقوف نہیں صرف طواف اور سعی ہے۔ طواف اور سعی کے مجموعہ کا نام عمرہ ہے البتہ احرام دونوں میں شرط ہے۔
- حج کے لیے شرعاً وقت معین ہے اور عمرہ کے لیے کوئی معین وقت نہیں، جب چاہیں عمرہ ادا کر لیں سوائے یوم عرفہ اور اس کے بعد کے چار دن۔ ان پانچ دنوں میں عمرہ کرنا منع ہے۔
- حج صاحبِ استطاعت پر زندگی میں ایک دفعہ فرض ہے جبکہ عمرہ فرض تو نہیں مگر صاحب استطاعت جتنے چاہے ادا کر سکتا ہے۔
- عمرہ کی لبیک یعنی تلبیہ طواف کی ابتداء کرتے ہی ختم ہو جاتی ہے اور حج کی تلبیہ کا وقت رمی جمرہ عقبہ کے وقت ختم ہوتا ہے۔
- عمرہ میں کوئی گناہ ایسا نہیں کہ جس کے کفارے میں بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی دی جائے۔
- عمرہ میں طواف قدوم نہیں جبکہ حج میں طواف قدوم ہے۔

> **کیا آپ جانتے ہیں؟**
>
> **طوافِ قدوم:** حاضری کے وقت سب سے پہلے بیت اللہ کا جو طواف کیا جائے اسے طواف قدوم کہتے ہیں۔
>
> **حج قران:** عمرہ اور حج ایک ساتھ ایک احرام میں کیا جائے۔
>
> **حج تمتع:** عمرہ اور حج ایک ساتھ الگ الگ احرام میں کیا جائے۔

قربانی:

10 ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ یعنی بڑے شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہا جاتا ہے اور یہ کنکری تقریباً کھجور کی گٹھلی کے برابر ہوتی ہے۔ اس کے بعد حاجی قربان گاہ جا کر قربانی کرتے ہیں۔ قربانی حج کے شکرانے میں حج قران اور حج تمتع کرنے والے دونوں پر واجب ہے چاہے وہ فقیر ہی کیوں نہ ہوں۔ قربانی سے فارغ ہو کر حلق و قصر کروایا جاتا ہے۔ حج افراد کرنے والے کے لیے یہ قربانی مستحب ہے چاہے وہ غنی ہو۔ حاجی یہ تین اُمور ترتیب سے ادا کرے۔ سب سے پہلے رمی کرنا، اس کے بعد قربانی کرنا، پھر حلق یا قصر کروانا۔

قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہے۔ مسلمان ہر سال ان کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے قربانی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ قربانی کرنا نہ صرف ایک دینی فریضہ ہے بلکہ اس سے زندگی میں کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ انسان اپنی قیمتی چیزوں کی اللہ کی راہ میں قربانی دے کر یہ سیکھتا ہے کہ سب کچھ اللہ ہی طرف سے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جائے گا۔

اُمّتِ مُسلمہ کی آفاقیت اور اجتماعیت

> **مقاماتِ مقدسہ کی زیارت**
>
> حج کے دوران میں بے شمار مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی جاتی ہے جن میں کعبۃ اللہ، حجرِ اسود، رکن یمانی، میزابِ رحمت، حطیم، مقامِ ابراہیم، آبِ زمزم، صفاو مروہ، جبلِ رحمت، مسجدِ خیف، المعلیٰ، البقیع، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، گنبدِ خضریٰ، سنہری جالیاں، ریاض الجنۃ، جبل النور، جبل ثور، جبل اُحد وغیرہ شامل ہیں۔

مسلمانوں کے لیے حج ایک ایسا عالمی اور روحانی اجتماع ہے جس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ یہ مسلمانوں کی یکجہتی اور اتحاد کی علامت بھی ہے۔ رنگ ونسل اور زبان وعلاقہ کی تمیز کے بغیر سب مسلمان برابر ہیں اور ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ مناسک حج کے دوران میں مسلمان اخوّت، مساوات، یکجہتی اور باہمی اتحاد کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔ روح پرور عالمی اجتماع اسلام کے رعب، دبدبہ اور قوت کی علامت بھی ہے۔ تمام مسلمان اخوت کے رشتے میں تسبیح کے دانوں کی طرح پروئے ہوتے ہیں۔ کسی رنگ، نسل یا زبان کے امتیازات سے بالا ہو کر سب ایک جیسا لباس (احرام) پہنتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں ایک جیسے اعمال کرتے ہیں اور ہر طرف سے تلبیہ کی آوازیں بلند ہو کر ایک روح پرور سماں باندھ دیتی ہیں۔ دُنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والے مسلمان ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حالات کو سمجھتے ہیں اور یوں ایک عالم گیر برادری کا حصہ بنتے ہیں۔ اسلام کا نظامِ عبادات دراصل ایک نظامِ تربیت ہے جو فرزندانِ توحید کو ہر قسم کے فرق کو مٹا کر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اپنی خواہشات کو قربان کر کے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع کرنے کے لیے تیار کرتا ہے۔ حج میں دیگر تمام عبادات کی روح بھی شامل ہوتی ہے اور مسلمان تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اس موقع پر اگر تمام مسلمان ملکوں کے علماء مل کر ملت کو درپیش مسائل پر بات چیت کریں اور ان کا حل تلاش کریں تو یہ حج کی عالم گیریت کے مقاصد حاصل کرنے کا اہم موقع بن سکتا ہے۔

حج کے فوائد و اثرات

- حج کے ذریعے پوری دنیا کے مسلمانوں میں اخوّت وبھائی چارے کا عملی نمونہ سامنے آتا ہے۔
- حج میں سادگی کی تربیت ملتی ہے۔ احرام کا لباس شاہ وگدا کی تمیز کو مٹا دیتا ہے۔
- حج بدنی، مالی اور روحانی تینوں قسم کی عبادتوں پر مشتمل ہے۔
- حج کے دوران میں مسلمانوں کو نظم وضبط کی تربیت ملتی ہے۔
- حج کے موقع پر مختلف اسلامی ممالک کے لوگوں کو مل بیٹھنے کا موقع ملتا ہے۔ اس باہمی مشاورت کو اُمت کو درپیش مسائل کے حل کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- حج دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے اتحاد اور یگانگت کی علامت ہے۔ دنیا کے کونے کونے سے مختلف رنگوں، زبانوں اور نسلوں کے افراد مل جل کر رہتے ہیں اور مناسکِ حج ادا کرتے ہیں۔
- اس سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو احساس ہوتا ہے کہ ہم ایک ملت ہیں۔ نیز ایک مسلم امّت کا لازمی حصہ ہیں۔

حج ایک ایسی اجتماعی عبادت ہے جس میں ہمارے لیے بے شمار روحانی فضائل اور معاشی و معاشرتی فوائد پوشیدہ ہیں۔ اسلام میں حج کی اہمیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے تمام صاحبِ استطاعت مسلمانوں کو چاہیے کہ اس عظیم فرض کو بھرپور انداز میں ادا کریں۔ اس میں اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی رضا ہے اور ہمارے لیے دنیا اور آخرت کی بے شمار برکتیں ہیں۔

مشق

سوال نمبر ا۔ **مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔**

ا۔ حج کے لغوی معنی ہیں:

الف۔ طواف کرنا　ب۔ ارادہ کرنا　ج۔ زیارت کرنا　د۔ قربانی کرنا

۲۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کب ارشاد فرمایا؟

الف۔ سات ہجری　ب۔ آٹھ ہجری　ج۔ نو ہجری　د۔ دس ہجری

۳۔ حج کا رکن اعظم ہے:

الف۔ طوافِ زیارت　ب۔ مزدلفہ کا قیام　ج۔ قربانی کرنا　د۔ وقوف عرفہ

۴۔ حج مسلمانوں کو تیار کرتا ہے:

الف۔ ایک ملت بن کر رہنے کے لیے　ب۔ ہر طرح کی عبادت کرنے کے لیے

ج۔ وقت کی پابندی کے لیے　د۔ جان و مال کی قربانی کے لیے

۵۔ حج کے دوران میں میدانِ عرفات میں مسلمانوں کے اجتماع سے سب سے اہم سبق ملتا ہے کہ

الف۔ سب مسلمانوں کو باقاعدگی سے حج کرنا چاہیے۔　ب۔ غریب اور نادار مسلمانوں کی مدد کرنی چاہیے۔

ج۔ ہم نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔　د۔ ساری دنیا کے مسلمان ملتِ واحد کی طرح ہیں۔

سوال نمبر ۲۔ **درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔**

ا۔ قرآن کے حوالے سے حج کی اہمیت بیان کریں۔

۲۔ احادیث مبارکہ میں حج کی فضیلت کس طرح بیان ہوئی ہے؟

۳۔ حج کی شرائط بیان کریں۔

۴۔ حج سے مسلمانوں کی وحدت کا مقصد کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟

۵۔ حج اور عمرے کا فرق واضح کریں۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ حج کے معنی و مفہوم اور مقاصد بیان کریں۔

۲۔ مناسکِ حج کی تفصیل دیں اور بتائیں حج مسلمانوں کی ایک عالم گیر برادری بننے میں کیسے مدد کرتا ہے؟

۳۔ حج کے انفرادی اور اجتماعی فوائد و ثمرات کا جائزہ پیش کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ تلبیہ لبیک اللّٰھم لبیک کو یاد کر کے مل کر بلند آواز سے پڑھنے کی مشق کریں۔
- مناسک حج کے اہم مقامات کی تصاویر اپنی کاپی پر چسپاں کریں اور مناسکِ حج کے نام تحریر کریں۔
- صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں آپ پہلے حج کرنا چاہیں گے یا عمرہ؟ دونوں صورتوں میں دلائل دیں۔

برائے اساتذہ کرام

- احرام باندھنے (مردوں اور عورتوں کے لیے) اور حج کے دیگر آداب کے بارے میں بتائیں۔
- طلبہ کو قربانی کی اہمیت سے آگاہ کریں تاکہ وہ صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں جذبہ اخلاص کے ساتھ قربانی کرنے والے بن سکیں۔
- حرمین شریفین، بیت اللہ، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آثار نبویہ اور دیگر مقامات مقدسہ کے انوار و فیوض پر سیر حاصل گفتگو کریں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ حج سے اخوت و بھائی چارے کا کیا سبق ملتا ہے۔